## مولانا عبداللہ عباس ندویؒ کی وفات

# ایک عہد کا خاتمہ

تحریر: مولانا محمد ذکوان ندوی

تعمیر حیات کے تازہ شمارہ بابت ۱۰ دسمبر ۲۰۰۵ء میں ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی کی وفات (۱۱/ اکتوبر ۲۰۰۵ء) پر مولانا عبداللہ عباس ندوی (پیدائش: ۱۹۲۶ء) کا لکھا ہوا ایک مضمون پڑھا، جن کو آج پہلی بار رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کے ساتھ یاد کرنا پڑ رہا ہے۔ مولانا موصوف نے اپنے مذکورہ سینئر ندوی ساتھی کی وفات پر لکھتے ہوئے کہا تھا کہ: ''مرحوم دارالعلوم میں مجھ سے ایک سال سینئر تھے۔ اُس دَور کے تقریباً تمام ہی لوگ راہیٔ عدم ہو چکے...... اب شاید ہی کوئی اس گروہ میں باقی رہا ہو۔ جو زندہ ہیں ''کشتۂ تیغِ حیات ہیں''۔ (صفحہ ۲۲)

کس کو معلوم تھا کہ مولانا موصوف مذکورہ سطریں لکھ کر خود یکم جنوری ۲۰۰۶ء کو ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا محمد عیسیٰ منصوری (لندن) نے جب مجھے مولانا کے انتقال کی خبر دی تو مجھے ایسا لگا جیسے وہ موت کے کنارے کھڑے ہو کر یہ سطریں تحریر کر رہے تھے، اور زبانِ حال سے یہ پیغام دے رہے تھے کہ:

آج وہ، کل ہماری باری ہے!

مولانا کا نام پہلی بار میں نے اُس وقت سنا جبکہ میں عربی تعلیم حاصل کرنے کے لیے دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کے ایک تابع ادارہ 'مدرسہ جلیلیہ' قصبہ جرول (بہرائچ، یوپی) میں ۱۹۹۲ء کو داخل ہوا۔ میں نے وہاں مولانا کی ایک کتاب ''تفہیم المنطق'' دیکھی۔ سائنس اور منطق (logic) سے مجھے ذہنی طور پر مناسبت تھی۔ اس لیے بعد کو ۱۹۹۵ء میں جب میں ندوہ میں داخل ہوا، اور وہاں اپنے نصابِ درس میں ''تفہیم المنطق'' پڑھی تو مجھے قدیم منطق کی نصابی کتابوں کے برعکس، اس کتاب کے سادہ اور سلجھے ہوئے اسلوب اور دل نشیں اندازِ

© rasailojaraid.com



بیان نے بہت متأثر کیا۔ میرے دل میں مولانا کی بڑی قدر پیدا ہو گئی۔ میں نے مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر مختصر تعارف اور ملاقات کے بعد کتاب کے متعلق اپنا یہ شدید تأثر اُن کے سامنے پیش کر دیا۔ اس کے بعد برابر مولانا سے میری ملاقاتیں ہوتی رہیں۔

ایک بار حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (وفات: ۱۹۹۹ء) مولانا عبداللہ عباس ندوی سے مہمان خانہ (ندوہ) میں کچھ گفتگو کر رہے تھے۔ میں ایک ضروری کام سے اجازت لے کر اندر داخل ہوا تو حضرت مولانا نے مجھے حسبِ معمول ''الکاتب المجید'' کہہ کر یاد کیا' اور فرمایا کہ ''مجھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ایک طُغریٰ لکھ دیجیے''۔ میں نے اگلے دن یہ طغریٰ لکھ کر دیا تو مولانا محمد مرتضیٰ مظاہریؒ (وفات: ۱۹۹۶ء) نے فریم کر کے اُس کو تکیہ (رائے بریلی) کے مہمان خانے میں آویزاں کر دیا۔ اس موقع پر حضرت مولانا کو مجھے ''الکاتب المجید'' کہتے ہوئے سن کر مولانا عبداللہ عباس ندویؒ صاحب بھی مجھ کو اسی لقب سے یاد کرنے لگے۔ اور پھر حسبِ ضرورت' اپنے مختلف مضامین اور مسودات کی تبییض اور کتابت کا کام مجھ سے لینے لگے۔ اس طرح مولانا سے میرا قریبی تعلق قائم ہو گیا۔

مولانا سے اسی تعلق کا نتیجہ تھا کہ ۲۰۰۱ء میں جب ہم چند ساتھیوں نے مل کر رستم نگر (چوک' لکھنؤ ۳) میں ایک تعلیمی ادارے کی بنیاد رکھی' اور اپنے ایک دوست حافظ محمد سلمان نوری کے اصرار پر مولانا سے اُس ادارے کے لیے کچھ تصدیقی کلمات تحریر کرنے کی درخواست کی' تو مولانا نے فوراً بخوشی میری اس درخواست کو قبول فرمایا' اور بہت تاکیدی اور بلند الفاظ میں ہمارے ادارے کے لیے تصدیقی کلمات تحریر فرمائے۔ یہ تعلیمی ادارہ اس وقت تک قائم ہے' اور وہ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی اور مولانا افضال الرحمٰن قاسمی کی سرپرستی میں چل رہا ہے۔

کتابت کی نسبت سے مولانا کے پاس میرا جاتے رہنا اُن سے قریبی تعلق اور استفادے کا ایک قیمتی ذریعہ بن گیا۔ میں جب بھی جاتا' دیر تک بلاتکلف مولانا سے سوالات اور گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا۔ یہاں میں اِس نسبت سے صرف دو واقعات کا ذکر کروں گا۔

طالب علمی کے زمانے میں وجد (ecstasy) کو میں سب سے بڑی چیز سمجھتا تھا' اور اس طرح کی کیفیات ہی کو اصل معرفت سمجھتا تھا۔ ایک بار حضرت مولانا کی مجلس میں خود اُن کی زبانی' اور مولانا محمد منظور نعمانی (وفات ۱۹۹۷ء) کے ایک واقعے کے حوالے سے مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ (وفات: ۱۹۶۶ء) کی حالتِ نماز اور اس میں ان کے استغراق کا ذکر سن کر

© rasailojaraid.com

عجیب کیفیت ہوئی۔ میں نے مولانا سے اس کے متعلق سوال کرتے ہوئے پوچھا کہ ''نماز کو اس طرح پُر کیف کیسے بنایا جائے''؟ میں سمجھتا تھا کہ مولانا کوئی پُراسرار نسخہ بتائیں گے۔ مگر مولانا نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ''عزیزم! فرائض کی پابندی کیجیے' اور اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ مشغول رکھیے۔ یہ وقتی کیفیات ہیں جو ہر بندۂ مؤمن پر حسبِ حال گزرتی رہتی ہیں۔'' مولانا نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مزید فرمایا کہ ''ہمارے لیے بہترین نمونہ صرف رسول ﷺ اور اصحابِ رسول (رضی اللہ عنہم) کا ہے' جو عبادت کا بالکل فطری طریقہ ہے' اور وہ ہر حال میں اور ہر شخص کے لیے آسان اور قابل عمل ہے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست!''

مولانا کا یہ جواب مجھے دل کی آواز معلوم ہوا' اور میں پوری طرح مطمئن ہو گیا۔

ندوۃ العلماء سے فراغت (۱۹۹۸ء) کے وقت میں نے مولانا سے اپنی اگلی زندگی کے لیے مشورہ کیا تو مولانا نے اپنے مخصوص انداز میں آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر فرمایا: ''الرزق علی اللہ'' اور اس کے بعد کہا کہ ''دعا کرتے رہیے' خدا کوئی مناسب حل نکال دے گا''۔

مولانا عبداللہ عباس ندوی غفر اللہ لہ کو قرآن اور سیرت سے گہرا تعلق تھا' بلکہ میرے علم کے مطابق' ان کا اصل موضوع یہی دو چیزیں تھیں۔ مولانا نے ان دونوں موضوعات پر قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔ قرآن اور سیرت کے موضوع پر اُن کی عربی اور اردو کی چند اہم کتابوں کے نام یہاں درج کیے جاتے ہیں:

۱) ترجمات معانی القرآن وتطوّر فهمه عند العرب

۲) مذاهب المنحرفين في التفسير

۳) شرح كتاب النكت في اعجاز القرآن

۴) پیغمبر اخلاق وانسانیت

۵) تاریخ تدوین حدیث

۶) آفتابِ نبوت کی چند کرنیں۔

تصنیف وتالیف اور تدریس کے علاوہ' انتظامی امور میں بھی مولانا ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ تقریباً ۲۶ سال تک وہ دار العلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کے معتمد تعلیمات رہے۔

مولانا کی صحت عموماً ٹھیک رہتی تھی۔ چہل قدمی مولانا کی عادت تھی۔ تہجد کے بعد اور فجر سے پہلے ندوہ کے احاطے میں سیر کرنا مولانا کا معمول تھا۔ میں اسٹاک ہوم (سویڈن) میں تھا

© rasailojaraid.com



کہ رمضان ۱۹۹۳ء میں برادرم محمد طلحہ ندوی (مقیم طائف) کے ذریعے اچانک معلوم ہوا کہ مولانا سخت علیل ہیں۔ میں نے مولانا کو فون کیا' اور مزاج پرسی وغم گساری کے طور پر ایک تحریر بذریعہ فیکس مولانا کو مکہ مکرمہ کے پتے پر روانہ کی۔ مولانا نے میرے خط کا فوراً جواب دیا۔ بہت خوش ہوئے' دعائیں دیں اور اپنی علالت کا حال اور قدرے تفصیل بیان فرمائی۔ مولانا کا وہ خط بطورِ یادگار میرے پاس محفوظ ہے۔

بلند پایہ علماء کا اس دنیا سے رخصت ہو جانا کوئی سادہ بات نہیں' بلکہ یہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (۶۸۱۔۷۲۰ء) کے بقول ''ذهاب العلماء'' کا ایک سنگین واقعہ ہے۔ (فتح الباری ا/۲۳۴) اس واقعے کی سنگینی یہ ہے کہ اس سے مراد صرف ایک عالم کی وفات نہیں' بلکہ یہ پورے دَور کا خاتمہ ہے۔ اُمت کے اندر سے ایسے علماء کا اٹھ جانا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ از روئے حدیث نبویؐ:

((اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ یُّرْفَعَ الْعِلْمُ)) (۱)

ایک اور حدیث نبویؐ میں واضح طور پر اس کی صراحت موجود ہے کہ ''رفع علم'' سے مراد علماء کا اٹھ جانا ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ لَا یَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا یَنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ یَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ)) (۲)

یہ اُس آخری اور زوال آمادہ دَور کی علامت ہے جبکہ صالح اور صاحبِ معرفت افراد ایک ایک کر کے جاتے رہیں گے' اور بالآخر ایسے سطحی اور بے قیمت لوگ باقی رہ جائیں گے جن کا خدا کے نزدیک نہ کوئی وزن ہوگا اور نہ خدا کو اُن کی کوئی پروا۔ حدیث نبویؐ ہے:

((یَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ ' وَیَبْقٰی حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِیْرِ اَوِ التَّمْرِ لَا یُبَالِیْهِمُ اللّٰهُ بَالَةً)) (۳)

یہ نازک لمحہ ہمیں اس کا آخری پیغام دے رہا ہے کہ ہم اپنے تمام مسلکی اور گروہی تعصبات سے بلند ہو کر اُمت اور انسانیت کی سطح پر جینے کا فیصلہ کریں' اور اُمت کے باقی ماندہ اہل علم اور اداروں کو' اختلافات کے باوجود' اپنا تعاون دے کر اس بھیانک خلا کو پُر کرنے کی کوشش کریں۔ ملت کے بڑے اس معاملے میں اگر صرف اپنے کھلے اعتراف کا ثبوت دیں اور آگے بڑھیں تو عین ممکن ہے کہ ملت کے چھوٹے اتحاد اور تعمیر کے اس عظیم جہاد میں اُن کا

© rasailojaraid.com

ساتھ دیں، اور کل خدا کے سامنے انہیں یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ:

﴿رَبَّنَا اِنَّا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَکُبَرَآءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا۝ رَبَّنَا اٰتِهِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا کَبِیْرًا۝﴾ (الاحزاب)

''پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تو انہوں نے ہم کو راستے سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے ربّ! اُن کو دوہرا عذاب دے اور ان پر بھاری لعنت کر!''

اِس دنیا میں مجرد اتحاد ممکن نہیں۔ ''اختلاف کے باوجود اتحاد'' ہی یہاں واحد قابل عمل چیز ہے، اور آج اُمت کو سب سے زیادہ ضرورت اسی اتحاد اور تعمیر کی ہے۔ خوش نصیب ہے وہ قوم جو اپنے بڑوں کی رحلت سے اتحاد، زندگی اور تعمیر کا مثبت سبق لے سکے۔

## حواشی

۱) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب رفع العلم وظهور الجهل۔ وصحیح مسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضه...... الخ۔

۲) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم۔ وصحیح مسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضه...... الخ۔

۳) صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ذهاب الصالحین ویقال الذهاب المطر۔

اسلام کے نظامِ تعلیم وتربیت میں اجتماعِ جمعہ کی اہمیت

اور ——— خطبۂ جمعہ کی اہمیت اور اصل غرض وغایت سے آگاہی کے لیے مطالعہ کیجیے:

خطبۂ جمعہ

عربی متن کا ترجمہ وتشریح

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے چند خطاباتِ جمعہ کی تلخیص

عمدہ طباعت ۞ سفید کاغذ ۞ قیمت: 30 روپے